تحقیقی مجلہ تصدیق
جلد ۱۰ شمارہ ۰۶، ۲۰۲۴

Article

Iqbal's Theory of Art

اقبال کا نظریہ فن

[1]Dr. Rani Begum, [2]Dr. Memmona Riaz
[1]Assistant Professor, Department of Urdu, Women University, Mardan
[2]Lecturer, Department of Urdu, University of Education Lahore, Faisalabad Campus
Correspondence: raniakhan@wumardan.edu.pk

[1]ڈاکٹر رانی بیگم، [2]ڈاکٹر میمونہ ریاض
[1]اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو، وومن یونیورسٹی، مردان
[2]لیکچرار، شعبہ اردو، یونیورسٹی آف ایجوکیشن لاہور، فیصل آباد

ABSTRACT: Art is another name for the creation of beauty. From the ancient Greeks to the modern critics and thinkers have presented different ideas about art. Iqbal also expressed his ideas about art. His ideas do not go beyond the boundaries of Islamic teachings. He did not oppose the art, but defined its rightful place and was convinced by the heart of the artist's creation. According to Iqbal, objectivity and utility in art are very important. Iqbal was against any art that takes away from life and crushes individuality. Iqbal was convinced of the creation of such art which is rich in self-enlivening and refreshing pleasure creation. As a whole, Iqbal's theory of art is very lively and healthy.

KEYWORDS: Art, Ideas, Objectivity, Artist's Creation, Self-Enlivening.

eISSN: 2707-6229
pISSN: 2707-6210
DOI:https://doi.org/10.56276/z7twes69
Received:04-06-2024
Accepted:23-06-2024
Online:01-07-2024

Copyright: © 2023 by the authors.

This is an open-access article distributed under the terms and conditions of the Creative Common Attribution (CC BY) license

فن کے لیے انگریزی زبان میں "آرٹ" کی اصطلاح استعمال کی جاتی ہے جو لاطینی زبان کے لفظ Àrs سے ماخوذ ہے۔ جس سے مراد ہنر یا خصوصی مہارت ہے۔ فن دراصل وہ ہنر یا صنعت ہے جس کی مدد سے حسن تخلیق کیا جائے یا تخیلات کا تخلیقی صورت میں اظہار کیا جائے۔ فن کے متعلق قدیم یونانیوں سے لے کر دورِ جدید کے مغربی نقادوں اور مفکرین نے مختلف نظریات پیش کیے ہیں۔ پروفیسر ایم۔اے خالد نے اپنی کتاب "اقبال کا خصوصی مطالعہ" میں لکھتے ہیں:

> "افلاطون فن کے بارے میں مختلف مغالطوں کا شکار ہونے کے باوجود اسے الہامی مانتا ہے اور ارسطو باوجود پوری وضاحت کے اسے نقالی سمجھتا ہے۔ اگرچہ یہ نقالی اصل سے زیادہ خوبصورت ہو جاتی ہے" (۱)

فرانسیسی نقاد اور مؤرخ ٹین کے نظریے پر بحث کرتے ہوئے پروفیسر ایم۔اے خالد لکھتے ہیں:

> "فن کے بارے میں ایک اور نظریہ ٹین کا ہے جو انیسویں صدی کے نصف آخر میں پیش کیا گیا۔ اس نظریے کی رو سے فن صرف ماحول کی پیداوار ہے۔ اس کے خیال میں فن چونکہ عوام میں رہ کر تخلیق کیا جاتا ہے، اس لیے عوام کے تمام خصائص کا اس میں اظہار ہوتا ہے"(۲)

ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم "فکرِ اقبال" میں فنونِ لطیفہ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> " فرائڈ کہتا ہے کہ فنِ لطیف کا کام دلکش نفسیاتی دھوکا پیدا کرنا ہے۔ شاعری ہو یا مصوری، ڈراما نویسی ہو یا ناول نگاری، ان سب کا مقصود زندگی کے تلخ حقائق سے گریز ہے"(۳)

علامہ اقبال نے بھی فن کے حوالے سے اپنے نظریات پیش کیے ہیں۔ فن کے بارے میں اقبال کے نظریات بالکل واضح ہیں۔ خواجہ عبدالوحید علامہ اقبال کے نظریۂ فن کے بارے میں اُن کی اپنی زبان سے ادا کیے ہوئے الفاظ یوں تحریر کرتے ہیں:

> "اُن (اقبال) کا ذاتی خیال یہ ہے کہ ہر وہ آرٹ جو زندگی کے لیے مفید ہو، اچھا اور جائز ہے اور جو زندگی کے خلاف ہو، جو انسانوں کی ہمت کو پست اور اُن کے جذبات عالیہ کو مردہ کرنے والا ہو، قابل نفرت و پرہیز ہے۔ اور اس کی ترویج حکومت کی طرف سے ممنوع قرار دی جانی چاہیے۔"(۴)

اقبال کے نظریۂ فن میں مقصدیت اور افادیت کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ وہ فن کو افادیت کی کسوٹی پر پرکھتے ہیں اور اسے زندگی کا معاون سمجھتے ہیں۔ اقبال ایسے فن کی شدید مخالفت کرتے ہیں جس سے قوم میں تحریک پیدا نہ ہو اور جو افراد کے قوائے عمل کو مفلوج کر دے۔ اقبال شاعری اور ادب کو تمام فنون میں لطیف ترین اور بامقصد قرار دیتے ہیں، بشرطیکہ اس کی تخلیق میں گرمیٔ دل، لذت جستجو، سوز آرزو اور جذبات کی سرمستی سے کام لیا گیا ہو اور تخلیق کار کی تمام فکری سرگرمیاں کسی مقصد پر مرتکز ہوں۔ اس کی نظر حالات کے رخ پر ہو اور فکر میں وہ صلاحیت ہو کہ کائنات وحیات کی تڑپ محسوس کر سکے۔ اس کی شاعری خوابیدہ قوم کو نہ صرف بیدار کرے بلکہ بلند مقامات کی طرف رہبری بھی کرے۔

اس کے برعکس وہ فن موسیقی کو قوم کی مردنی کا باعث سمجھتے ہیں۔ ان کے نزدیک اگر مغنی کی آواز یا بانسری، سننے والوں کے دلوں میں جذبہ اور حرارت پیدا نہ کرے، تو اس کا کوئی فائدہ نہیں۔ موسیقی کا اثر اس وقت ہوتا ہے جب وہ مغنی کے دل سے اُٹھے۔ اگر مغنی کے نغمے دلی سوز و خلوص سے محروم ہوں، تو بے کار ہیں۔ اقبال کے نزدیک اچھا ہنر وہ ہے جس سے قوموں کو تحریک ملے اور جو قوموں کا رخ زوال اور پستی سے عروج کی سمت موڑ دے۔ اقبال نے "فنون لطیفہ" کے نام سے جو نظم لکھی ہے، اس کے اشعار اسی نظریۂ ہنر کی عکاسی کرتے ہیں۔

اے اہل نظر ذوق نظر خوب ہے لیکن
جو شے کی حقیقت کو نہ سمجھے وہ ہنر کیا

مقصود ہنر سوز حیات ابدی ہے
یہ ایک نفس یا دو نفس مثلِ شرر کیا

شاعر کی نوا ہو کہ مغنی کا نفس ہو
جس سے چمن افسردہ ہو وہ باد سحر کیا

بے معجزہ دنیا میں ابھرتی نہیں قومیں
جو ضرب کلیمی نہیں رکھتا وہ ہنر کیا۔۔۔(۵)

اقبال کے نزدیک فن کا واحد مقصد قوم کی مجموعی زندگی کی نشو نما اور تعمیر و ترقی میں معاونت کرنا ہے۔ جس فن میں زندگی کی کار فرمائی موجود نہ ہو اور نہ فن کار کی خودی نمایاں ہو، وہ فن اقبال کی نگاہ میں بے کار اور رجعت پسند ہے۔ اقبال در حقیقت تمام فنونِ لطیفہ کو زندگی اور خودی کے ماتحت قرار دیتے ہیں۔

اقبال ایسی شاعری کی مخالفت کرتے ہیں جو حزن و یاس اور افسردگی کا تاثر پیش کرے اور قوم کے دلوں میں ولولہ اور جوش پیدا کرنے کے بجائے احساس مرگ پیدا کرے۔ ایسی شاعری سے چستی اور زندہ دلی کے بجائے مردہ دلی اور افسردگی جنم لیتی ہے۔ اقبال کے نزدیک شاعری جزو پیغمبری ہے اور شاعر کا کام یہ ہے کہ وہ اپنے افکار، سوزِ دروں اور اخلاص سے پوری قوم کی زندگی میں حرارت کی لہر دوڑا دے۔ جب تک شاعری میں سوزِ دروں کی کار فرمائی نہیں ہو گی قوم پر اثر کرنے سے قاصر رہے گی۔

شمع محفل ہو کے تُو جب سوز سے خالی رہا
تیرے پروانے بھی اس لذت سے بیگانے رہے

رشتہ الفت میں جب ان کو پرو سکتا تھا تو
پھر پریشان کیوں تری تسبیح کے دانے رہے (٦)

اقبال ہر اس فن کی مخالفت کرتے ہیں جو انسان کو زندگی سے دور لے جاتا ہے اور انفرادیت کو نظر انداز کرتا ہے۔ اس لیے وہ تمثیل تھیٹر اور ڈرامہ جیسے فنون کے خلاف ہیں جو نقالی، مصنوعی پن اور بہروپ کے علاوہ کسی مقصدیت کا پرچار نہیں کرتے ۔ اقبال موسیقی اور مصوری جیسے فنون کو بھی قدر کی نگاہ سے نہیں دیکھتے اور ان کو غلام قوموں کے فنونِ لطیفہ خیال کرتے ہیں۔ بقول مولانا سید ابو الحسن علی ندوی:

> "وہ کہتے ہیں کہ نغمہ و موسیقی زندگی کے بجائے موت کا پیغام دیتے ہیں اور آدمی کو زار و ناتوں بناتے اور دنیا سے بیزار کر دیتے ہیں۔ اس سے دل کا سوز و گداز ختم ہو کر ایک غم آگیں کیفیت سوہان روح بن جاتی ہے۔ اس سے وہ غم بھی نہیں ملتا جو دوسرے غموں کو بھلا دیتا ہے۔۔۔۔ اقبال کہتے ہیں نغمہ کو وہ سیل تندرو ہونا چاہیے جو غموں کا خاتمہ کر دے، جو جنوں پرور دہ اور خون دل میں حل ہو۔"۔۔۔۔۔(٧)

مثالیں ملاحظہ ہوں

کھل تو جاتا ہے مغنی کے بم و زیر سے دل
نہ رہا زندہ و پائندہ تو کیا دل کی کشود ۔۔۔۔(۸)

جس روز دل کی رمز مغنی سمجھ گیا
سمجھو تمام مرحلہ ہائے ہنر ہیں طے۔۔۔(۹)

خودی اقبال کے تمام فلسفیانہ افکار کا مرکزی نقطہ ہے، اس لیے اقبال تمام فنون لطیفہ کو خودی کے ماتحت قرار دیتے ہیں۔ باقی

ظریات کی طرح اقبال کا نظریۂ فن بھی ان کے "فلسفۂ خودی" کے تابع ہے۔ ان کے مطابق فن، خودی کے اظہار کا ایک اہم ذریعہ ہے اور وہ فن جس میں خودی موجود نہیں ہوتی، بے کار اور مضر ہے۔

فنکار میں خودی کا ہونا بہت ضروری ہے۔ فنکار کی انفرادی خودی میں معاشرے کے اجتماعی احساسات وضروریات سمٹ کر اس طرح جمع ہو جاتے ہیں جیسے ایک قطرے میں پورا سمندر سمٹ آتا ہے۔ اس کی خودی میں غیر معمولی شوکت اور طاقت ہوتی ہے۔

اپنی اصلیت سے ہو آگاہ اے غافل کہ تو
قطرہ ہے لیکن مثال بحر بے پایاں بھی ہے

کیوں گرفتار طلسم ہیچ مقداری ہے تو
دیکھ تو پوشیدہ تجھ میں شوکت طوفاں بھی ہے۔۔۔(۱۰)

فن نہ صرف خودی کے تابع ہوتا ہے بلکہ خودی کی حفاظت بھی کرتا ہے۔ شاعری سمیت تمام فنون لطیفہ کا مقصد یہ ہونا چاہیے کہ وہ خودی کی حفاظت کریں۔ اگر کوئی فن تعمیر خودی کا فریضہ انجام نہیں دے سکتا، تو بے مقصد و بے معنی ہے۔ اور اس میں حیاتی قدریں باقی نہیں رہ سکتیں۔

سرود و شعر و سیاست، کتاب و دین و ہنر
گہر ہیں ان کی گرہ میں تمام یک دانہ

اگر خودی کی حفاظت کریں تو عین حیات
نہ کر سکیں تو سراپا فنون افسانہ۔۔۔(۱۱)

اقبال کے کلام میں فن مصوری کے متعلق بھی اشارات ملتے ہیں۔ وہ مشرق مصوری کی مقصدیت و روحانیت کے قائل ہیں جبکہ مغربی تجریدی مصوری سے نفرت کرتے ہیں۔ انہیں اپنے عہد کے مصوروں سے یہ شکایت ہے کہ وہ محض مغرب کے مقلد ہو کر رہ گئے ہیں، اس لیے ان کی تصویروں میں ایسے شاہکار نظر نہیں آتے جن میں ان کی خودی جلوہ گر ہو۔ اقبال نے اپنی نظم "مصور" میں واضح طور پر کہا ہے کہ ہماری مصوری، جو محض نقالی ہے، زندگی کی ترجمان نہیں بلکہ مرگ تخیل کی پیداوار ہے۔

کس درجہ یہاں عام ہوئی مرگِ تخیل
ہندی بھی فرنگی کا مقلد عجمی بھی

مجھ کو تو یہی غم ہے کہ اس دور کے بہزاد
کھو بیٹھے ہیں مشرق کا سرودِ ازلی بھی ۔۔۔۔(۱۲)

اقبال کے نزدیک فن کے فروغ اور بقا کے لیے سب سے اہم چیز آزادی ہے۔ معاشرتی، سماجی اور معاشی آزادی کے بغیر فن کی نشو نما اور بقا ممکن ہی نہیں۔ "اقبال کا نظریہ فن" میں عزیز احمد لکھتے ہیں:

> "غلامی آرٹ کے سر چشمے یعنی وجدان اور اس سے پیدا ہونے والی سوز آرزو پر ہی پہلی ضرب لگاتی ہے۔ اس طرح فنون کا اصلی سر چشمہ ہی سوکھ جاتا ہے۔ فرد حیات اجتماعی میں اپنے حقیقی مقام کو محسوس نہیں کرتا بلکہ وہ اپنی انفرادیت کی غلط تعبیر کرتا ہے اور جو آرٹ پیدا ہوتا ہے وہ انفرادی مناقشوں اور منافقوں کا آرٹ ہوتا ہے۔ غلامی کا آرٹ روایت پرستی کا آرٹ ہے اور لطف یہ کہ یہ غلام قوم کی اپنی روایات بھی نہیں، یہ دوسروں کی روایات ہیں جو صدیوں کی غلامی میں اپنی بن گئی ہیں۔"۔۔۔(۱۳)

غلامی میں جرات و جلال اور جمال کی قدریں فنا ہو جاتی ہیں اور ان کی جگہ بزدلی اور خوف لے لیتے ہیں۔ اس طرح کا آرٹ غلام اقوام اور افراد کے ذہنی مزاج کا پروردہ ہوتا ہے اور اس میں سماجی اور معاشی غلامی کا عکس واضح نظر آتا ہے۔ ذوقِ

حسن بھی باقی نہیں رہتا، محکوم اقوام کے افراد بلا سوچے سمجھے حاکم قوم کے آرٹ کی تقلید کرتے ہیں اور اس اندھی تقلید سے جو آرٹ پیدا ہوتا ہے وہ جھوٹا اور بے اصل ہوتا ہے۔

غلامی کیا ہے ذوق حسن و زیبائی سے محرومی
جسے زیبا کہیں آزاد بندے ، ہے وہی زیبا

بھروسہ کر نہیں سکتے غلاموں کی بصیرت پر
کہ دنیا میں فقط مردان حر کی آنکھ ہے بینا ۔۔۔(۱۴)

اقبال کے خیال میں فنون لطیفہ کو ہر طرح کی غلامی سے آزاد ہونا چاہیے۔ کہ ان کے نزدیک ذہنی آزادی اور جدت ہم معنی ہیں۔ فن میں جدت کا ہونا بے حد ضروری ہے، اس لیے فنکار کو ذہنی طور پر آزاد ہونا چاہیے۔ ذہنی آزادی یہ ہے کہ فن کار خود کائنات کا احتساب کرے اور دوسروں کی اندھی تقلید نہ کرے۔

اقبال ہر فن میں جلال و جمال کی قدروں کے قائل ہیں، جو غلامی میں ممکن نہیں۔ غلامی میں جلال کے بجائے خوف اور جمال کے بجائے تقلید جیسی چیزیں ہی جنم لیتی ہیں۔ اقبال کو تمام فنون لطیفہ میں فنِ تعمیر اور خصوصاً مسلمانوں کی بنائی گئی یادگار عمارات میں جلال و جمال کا حسین امتزاج نظر آتا ہے۔ جب مسلمان اپنے عروج کی انتہا پر تھے، اس وقت ان کی عمارات میں جلال و جمال کا عنصر نمایاں تھا۔

اس سلسلے میں اقبال کو مسجد قرطبہ سے جو رغبت رہی، اس کا اظہار ان کی نظم "مسجد قرطبہ" سے ہوتا ہے۔ مسجد قرطبہ مسلمانوں کے عظیم الشان ماضی کی پُر شکوہ اور حسین یادگار اور جلال و جمال کا دلفریب مظہر ہے۔

تیرا جلال و جمال ، مرد خدا کی دلیل
وہ بھی جلیل و جمیل، تو بھی جلیل و جمیل

تیری بنا پائیدار، تیرے ستوں بے شمار
شام کے صحرا میں ہوں جیسے ہجومِ نخیل۔۔۔۔(۱۵)

یعنی اقبال کے نزدیک اگر کسی فن پارے میں دلبری و قاہری کی صفات موجود نہ ہوں، تو وہ فن پارہ نامکمل ہے اور اگر اس میں جلال و جمال دونوں کی صفات بدرجہ اتم موجود ہوں تو اسے ابدیت حاصل ہوتی ہے۔ اسی طرح اقبال "قصر زہرا" کو عظمت و جلال اور "قصر الحمرا" کو حسن و رعنائی کی وجہ سے لافانی معجزات خیال کرتے ہیں۔ اپنی نظم "قوت الاسلام" میں مسجد قوت الاسلام کی شان و شوکت اور جلال کی طرف بھی اشارہ کیا ہے۔ دراصل اقبال کے نظریۂ فن میں قوت، شوکت، عظمت، توانائی، حسن و رعنائی اور سربلندی کو جو غیر معمولی مقام حاصل ہے، وہ اگر کسی فن میں بدرجہ اتم ملتا ہے تو وہ فن تعمیر ہے۔ اقبال نے اپنی نظم "جلال و جمال" میں یہ بات واضح کی ہے کہ فن میں اسلامی روح اور جلال و جمال کا ہونا انتہائی ضروری ہے۔

ہ ہو جلال تو حسن و جمال بے تاثیر
میرا نفس ہے اگر نغمہ ہو نہ آتشناک

مجھے سزا کے لیے بھی نہیں قبول وہ آگ
کہ جس کا شعلہ نہ ہو تند و سرکش و بیباک۔۔۔۔۔(۱۶)

اقبال کے نزدیک فن کا محرک جذبہ عشق ہے اور فنکار کی سب سے بڑی خصوصیت اس کا خلوص ہے۔ خلوص، سوز و گداز اور خون جگر کے بغیر کوئی بھی فن مکمل نہیں ہو سکتا۔ عزیز احمد "خون جگر" کی اصطلاح کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"خون جگر عشق کا وہ حاصل ہے جس سے انسان فنون کی تخلیق کرتا ہے۔ اس خونِ جگر سے فن کار مادی یا غیر مرئی اشیا میں جان سی ڈال دیتا ہے۔ ان کو ایک طرح کی بڑی سوز و ساز کی زندگی بخشتا ہے۔"۔۔۔(۱۷)

یعنی اقبال نے جس چیز کو خون جگر کہا ہے وہ فن کار کا اپنے فن پارے کے ساتھ وہ خلوص ہے جس کی پرورش جذبے کی آغوش میں ہوتی ہے۔ اقبال کے نزدیک جس فن میں جذبۂ عشق کی کارفرمائی شامل ہو، وہ ابدیت سے ہمکنار ہوتا ہے اور اس فن کو زمانے کے حالات اور انقلابات سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اپنی نظم "مسجد قرطبہ" میں اقبال بتاتے ہیں کہ وہ تمام معجزہ ہائے ہنر فانی ہیں جن کی تہہ میں جذبہ و خلوص موجود نہ ہو اور وہ تمام فن پارے ابدیت کے حامل ہیں جن کی نمود میں خون جگر، خلوص اور سوز جگر شامل ہو۔

اے حرم قرطبہ! عشق سے تیرا وجود
عشق سراپا دوام جس میں نہیں رفت و بود
رنگ ہو یا سنگ و خشت، چنگ ہو یا حرف و صوت
معجزۂ فن کی ہے خونِ جگر سے نمود(۱۸)

اقبال نے نہ صرف فن تعمیر کے لیے عشق کو بنیادی جذبہ قرار دیا ہے بلکہ وہ شاعری اور موسیقی کے لیے بھی عشق اور خلوص کو ضروری سمجھتے ہیں۔ عشق کے بغیر نہ شاعر کے کلام میں تاثیر پیدا ہو سکتی ہے اور نہ مغنی کی لے میں۔

نقش ہیں سب ناتمام خون جگر کے بغیر
نغمہ ہے سودائے خام خون جگر کے بغیر (۱۹)

بحیثیت مجموعی اقبال کا نظریہ فن بہت جاندار اور صحتمندانہ ہے۔ فنون لطیفہ کے بارے میں ان کے خیالات اسلامی تعلیمات کی حدود سے باہر نہیں جاتے۔ وہ فنون لطیفہ کی مخالفت نہیں کرتے بلکہ ان کا صحیح مقام متعین کرتے ہیں اور فنکار کی تخلیق کے دل سے قائل ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ آر جی گولنگ وڈ، Principles of Art مشمولہ "اقبال کا خصوصی مطالعہ" از ایم۔ اے خالد، علمی کتب خانہ لاہور، ۱۹۹۹، ص۳۸۹

۲۔ ایضاً، ص۳۹۰

۳۔ ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم، "فکر اقبال"، بزم اقبال لاہور، ۱۹۸۸، ص ۳۵۰

۴۔ خواجہ عبدالوحید، ملفوظات اقبال، مشمولہ "اقبال کا خصوصی مطالعہ" از ایم۔ اے خالد، ص۴۰۳

۵۔ سعید بزمی، مرتب: کلیات اقبال، انڈیا، س ن، ص۹۳۹

۶۔ ایضاً، ص۳۴۶

۷۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، نقوش اقبال، مجلس نشریات اسلام، کراچی، ۱۹۷۵، ص۱۰۸

۸۔ کلیات اقبال، ص۹۴۹

۹۔ نقوش اقبال، ص ۱۰۳

۱۰۔ کلیات اقبال، ص ۳۵۰

۱۱۔ ایضاً، ص ۳۵۱

۱۲۔ ص ۹۱۴

۱۳۔ عزیز احمد، اقبال کا نظریہ فن، مشمولہ "اقبال کا خصوصی مطالعہ "ص ۴۱۲

۱۴۔ کلیات اقبال، ص ۵۸۳

۱۵۔ ص ۹۴۷

۱۶۔ ایضاً، ص ۶۸۳

۱۷۔ عزیز احمد، اقبال نئی۔ تشکیل، مشمولہ "اقبال کا خصوصی مطالعہ، ص ۴۱۲

۱۸۔ کلیات اقبال، ص ۶۸۱

۱۹۔ ایضاً، ص ۶۸۷

https://tasdeeq.riphahfsd.edu.pk